فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد   نائب مدیر: حامد رحمٰن
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 101 | 2 شعبان تا کیم رمضان المبارک 1435 ہجری کیم جون تا 30 جون 2014ء | شمارہ نمبر 12-11

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

روزہ دار کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے

”۔۔۔ پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کو کیاں بیان کرسکتا ہے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی حقیقت اور اس کا اثر جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہیے کہ اس کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اس کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے۔ دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح وتہلیل میں لگے رہیں جس سے دُوسری غذا انہیں مل جاوے۔“ (پیغام صلح یکم جولائی ۱۹۸۱ء)

اہلاً وسہلاً ومرحبا اے ماہِ صیام

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''روزہ ڈھال ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے، جب انسان روزہ سے ہوتو چاہیے کہ فحش باتوں، لڑائی جھگڑے یا گھر میں چیخنے چلانے سے اجتناب کرے۔ روزہ دار کے منہ کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے مشک کی خوشبو سے تشبیہہ دی ہے۔''

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ **''اللہ کی رحمت''** ہے۔ درمیانی حصہ **''مغفرت''** ہے اور آخری حصہ **''آگ سے آزادی''** ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے اُن کی دُعا پر کہا۔ آمین (حدیث نبوی)

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام **''ریان''** ہے اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری شریف)

ماہ رمضان المبارک کی تقدیس وعظمت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کریم وتبارک نے اہل عالم کی فلاح ونجات کے نسخوں (الہامی کتب) کے نزول کے لئے ماہ صیام ہی کو منتخب کیا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان ایام برکت ورحمت اور ماہ رشد وہدایت کو غنیمت سمجھا اور زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔ جب رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ ان کی بخشش اور مغفرت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

افتتاحی خطاب

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ تربیتی کورس 2014ء''

بمقام جامع دارالسلام لاہور

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے''۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ''آمین'' میں برکت ڈالے اور اس تربیتی کورس کو ہم سب کے لئے فائدہ مند بنائے اور ہم یہاں سے بہت کچھ سیکھ کر جائیں۔ میرے ذمہ تربیتی کورس کے افتتاح کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ افتتاح اُسی وقت ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا پاک کلام پڑھ دیا جاتا ہے۔

میں آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کورس کے شروع کے سالوں میں زیادہ تر بڑی عمر کے طالب علم آیا کرتے تھے۔ اب دیکھا جائے تو اُن کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی کافی تعداد میں آنے لگ گئے ہیں اور ان بچوں کی عمروں کے مطابق چار کلاسوں میں انہیں داخل کیا جاتا ہے۔

آج تربیتی کورس کا پہلا دن ہے اور کچھ بچوں کے امتحانات چل رہے ہیں۔ چونکہ رمضان المبارک کی جولائی میں آمد کی وجہ سے یہ کورس جون میں رکھا گیا، عنقریب وہ بھی انشاء اللہ ہم میں جلد شامل ہو جائیں گے۔ میں پیچھے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے بازو کی طاقت (Muscles) کا جائزہ لے رہے تھے لیکن ابھی ان میں فیصلہ نہیں ہوا کہ ''مسٹر ینگ احمدی'' کون بنتا ہے۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ انسان کا ایک جسم ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے جو ابھی بظاہر 6 سے 10 سال تک کے ہیں وہ اپنی طاقت کا جائزہ لے رہے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کا دھیان بچپن ہی سے اپنے جسم کی طرف رہتا ہے۔

بچوں کی نشو نما کے لئے اور صحت کے لئے مائیں کیا کیا نہیں کرتیں کہ ''تھوڑا اور کھا لو، تھوڑا اور کھا لو'' کتنی محنت سے بچوں کو بڑا کیا جاتا ہے، لیکن جس چیز پر غور و فکر نہیں کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے اندر ایک بہت اہم جزو ہے اور وہ اُس کی ''رُوح'' ہے۔ جس کی خوراک کے لئے ماں باپ کو اتنی ہی محنت کرنی چاہیے کہ ''تھوڑی نمازیں اور پڑھ لو، کوئی سورت یاد کر لو، قرآن پڑھ لو، کوئی دین کے متعلق علم حاصل کر لو تا کہ اس رُوح کی خوراک بھی اچھی بن جائے۔'' اور پھر ان بچوں کی ٹیم یہ جائزہ لے کہ ہم میں سے کون ہے جس کو سب سے زیادہ علم ہے، کون دین پر سب سے زیادہ عمل کرتا ہے۔ اس کورس کا اصلی مقصد یہی ہے کہ ہم چند دنوں میں بچوں کی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی جسمانی ترقی کو بھی فروغ دیں۔ بچوں کے ساتھ بہت سے بڑے بھی آجاتے ہیں اور وہ بھی اپنے علم میں اضافہ کر لیتے ہیں۔ جن میں میں بھی شامل ہوں۔ ہر دفعہ کوئی نہ کوئی نئی چیز علم میں آجاتی ہے۔

خدا تعالیٰ ہمارا رب ہے، ہمارے علم کا رب ہے، ہمارے جسم کا رب ہے،

ہماری روحانیت کا رب ہے اس لئے جب ہم "**رب زدنی علما**" کہتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے علم کی دعا کرتے ہیں کہ اس کی ربوبیت بھی کر اور اس کو بڑھا دے۔ علم کا سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا ہے۔ میرے مشاہدہ میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سالوں سال سے ایک طرح کا کورس پڑھایا جا رہا ہے۔ تو کہاں پر علم بڑھنے کی انتہاء آ جاتی ہے؟ اگر وہی بھی پڑھایا جائے اس میں سے بھی اپنے اپنے دماغ کے مطابق انسان مزید سیکھتا جاتا ہے۔ اس لئے کسی بھی نکتے کو علم کی انتہاء نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ میں نے تربیتی کورس کر لیا ہے لہذا میرا علم اب آسمانوں کو چھو گیا ہے۔

ایک قوم تھی جہاں قحط پڑا تھا۔ اُس کے لوگ وہ جب اپنے بادشاہ کے سامنے آتے تھے تو خالی بوری پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ اس میں کچھ ڈالو تو بادشاہ کے لوگ اس میں غلہ ڈال دیتے تھے اور وہ لے کر چلے جاتے تھے۔ لکھنے والے نے یہ لکھا ہے کہ اگر وہ خالی بوری ہی پھینک دیتے تو بھی بادشاہ کو یہ پتہ چل جاتا کہ یہ بوری کیوں پھینکی ہے۔ تو ہمارا جو علم ہے وہ ایک خالی بوری کی طرح ہوتا ہے، ہمارے اندر ایک قحط کی صورت ہوتی ہے۔ اور جب ہم اپنی خالی بوری کو خدا کے آگے پیش کر دیں کہ اس میں علم ڈالو تو اللہ تعالیٰ جو بے انتہا رزق دینے والا ہے وہ اس بوری کو ایسے بھر دیتا ہے جیسے وہ بادشاہ خالی بوری کو بھر دیا کرتا تھا۔

تربیتی کورس کا مقصد

آپ سب چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے اس تربیتی کورس سے مکمل فائدہ اٹھائیں۔ اس سے جتنا سیکھ سکتے ہیں اتنا سیکھ کر جائیں۔ میری جن احباب سے ملاقات ہوتی ہے اس ملاقات سے لگتا ہے کہ وہ اس کورس کے اصلی مقصد کو سمجھ نہیں پائے۔ کچھ خاندان ایسے ہیں جو اس غم میں ہیں کہ ان کے بچوں کو گولڈ میڈل نہیں ملا کسی اور کو مل گیا۔ کیا اس کورس کا آخری مقصد صرف میڈل لینا بن گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو علم آپ سیکھ کر جائیں وہی آپ کا میڈل ہوتا ہے۔ وہی آپ کی آئندہ کام آنے والی چیز ہوتی ہے۔ اس لئے اپنا دھیان علم حاصل کرنے پر رکھیں اور جن کو انعام نہ ملے تو ضروری نہیں کہ وہ نالائق تھے یا ان کو علم نہیں تھا یا وہ زیادہ روحانیت کا پیغام نہیں لے کر گئے۔ ہر ایک بچے نے جس نے ایک چیز بھی سیکھ لی، کلمہ کہنا سیکھ لیا، اذان کہنی سیکھ لی، احمدیت کے دفاع کے لئے کوئی ایسی چیز سیکھ لی جو کل ان لوگوں سے جو سکولوں میں سے ان سے سوال کرتے ہیں جواب دینے میں با اثر ثابت ہو تو یہی ان کے لئے میڈل ہو جاتا ہے۔

یہ بات سب یاد رکھیں کہ گولڈ میڈل کے ساتھ کسی کی ترقی وابستہ نہیں ہوتی۔ اچھے اچھے گولڈ میڈلسٹ جب اصلی دنیا میں جاتے ہیں تو وہ درمیانے درجے کے لوگ بن جاتے ہیں اور جو صرف پاس ہو جاتے ہیں وہ کل کے بہترین سائنسدان، انجینئر، جج، فوجی، ڈاکٹر اور پروفیسر بھی بن جاتے ہیں۔

آپ سب اس فکر میں اس کورس میں شامل نہ ہوں کہ آپ میڈل جیتیں گے بلکہ مقصد یہ رکھیں کہ ہم علم سیکھ کر جائیں گے۔ آپ سب کا کام صرف اور صرف علم سیکھنا ہے۔ ہر بچہ جو اس کورس میں شامل ہے اور خاص کر شعور رکھنے والے بچے آخری دن اپنے آپ سے پوچھیں کہ میں جو علم لے کر آیا تھا اس میں کتنا اضافہ ہوا۔ میں اپنے متعلق کہتا ہوں کہ میں ہر سال جب کورس میں شامل ہوتا ہوں تو کچھ نہ کچھ نئی بات سیکھ کر جاتا ہوں۔

یہاں جتنے بچے اس کورس میں شامل ہیں وہ اپنے اپنے خاندانوں اور جماعتوں کی نمائندگی کر رہے ہیں، جو چیزیں سیکھ کر جائیں وہ اُن تمام جانے والوں تک پہنچائیں جو کسی وجہ سے اس کورس میں شامل نہیں ہو سکے۔

دُعا

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کورس کو حفاظت والا بنائے۔ جتنے بچے پاکستان کے مختلف شہروں یا بیرون ممالک سے آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ کوئی آزمائش اللہ تعالیٰ ہم پر نہ لائے اور جو بچے آئے ہیں ان کی زندگیوں میں یہ تربیتی کورس دین کے لئے ایک نئے جذبہ کی بنیاد ڈال دے۔ آمین۔

☆☆☆☆

افادات: حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

صیامِ رمضان اور ان کی اصل غرض

روحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔ چند دن پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو۔ اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دُعا کرنے والے کی دعا کو، جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں''۔

ماہِ رمضان کے لئے روحانی غذا

ماہِ رمضان شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں۔ گو یہ باتیں اس سے پیشتر بار ہا سنائی جا چکی ہوں گی لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے اُسی طرح یہ رُوحانی سلسلہ بھی ہے۔ یہ رُوحانی غذائیں ہیں جو بار بار ملنی چاہئیں۔ انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اس کی بھلائی کی ہوں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پرانی باتوں کو بھول جاتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ خود صحابہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے وہ یہاں سے جا کر نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا اسی طرح درحقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اُسے کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے۔

رویتِ ہلال

رمضان کے مہینہ میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگر چہ اس زمانے میں لوگ پورے تیس دن ہونے نہیں دیتے واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے یا لوگ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں۔ بہرحال میرے تجربے میں یہی بات آئی ہے۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھے گا اُسے ایک روزہ رکھنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے؟

سحری وافطاری کا وقت

صبح ایک وقت ہوتا ہے جسے پو پھٹنا کہتے ہیں۔ یہ صبح سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت سے لے کر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے۔ بعض لوگ بہت جلدی کھایا کرتے ہیں لیکن ایک تو اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کا انتظار کرتے اور پو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے۔ آج کل چاہیے کہ انسان

۲ بجے رات اُٹھے۔ آدھ گھنٹہ تک نماز پڑھ لے پھر ڈیڑھ گھنٹہ میں دیگر ضروریات سے فارغ ہوکر چار بجے کھانا کھالے۔ جب صبح بین ہوجائے اس وقت کھانا ترک کردینا چاہیے۔ بعض لوگ اذان سن کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن تحقیق کرلیا جائے تو کوئی ہرج نہیں گو آج کل زیادہ تر اذان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مگر اذان اگر بعض وقت پہلے ہی مل جائے تو اُٹھ کر دیکھ لینا چاہیے اور پو پھٹنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

روزہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری پیشتر سے تیار کرا کر رکھتے تھے۔ ہمارے ملک میں لوگ اندھیرے کا انتظار کرتے ہیں مگر جس وقت آفتاب غروب ہوجائے روزہ کھول لینا چاہیے۔ سُرخی کو غروب آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ممنوعاتِ صوم

روزوں میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کردینا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اس قدر ضروری نہیں۔

روزوں کی غرض

روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے؟ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو۔ اسلام ہرگز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو۔ پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے تو انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے کہ وہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے۔ لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتادی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''ترجمہ: ''تم پر روزے لکھے گئے ہیں جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ اب اگر کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے لیکن تقویٰ اختیار نہ کرے اس نے کچھ نہ کیا جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتادی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اس کو اس کی غرض و غایت تک نہ پہنچائے۔ جو اسے بتائی گئی تھی یا جو اس کا مقصد اصلی تھا۔ اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا تو وہ اس کو وصول تو کرے لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اس کا وہ وصول کرنا کسی کام کا نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا پکڑا جائے گا۔

ہر حکم کی حکمت

اسلام کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں۔ تمام قربانیوں کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کے لئے ترک کردو۔ ایک تمہاری حلال اور طیب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے۔ تم سخت پیاسے ہو پھر تمہیں بھوک ہے۔ روٹی موجود ہے تم ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں سوائے خدا کے کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی نہیں۔ پھر باوجود اس کے تم نہ کچھ کھاتے ہو اور نہ کچھ پیتے ہو۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں۔ غرض تقویٰ اختیار کرنا روزوں کی غرض و غایت ہے۔ روزے رکھ کر تم متقی بن سکتے ہو۔ یہ تیس دن مجاہدے اور ریاضت کے دن ہیں۔ دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں۔ ایک مہینہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے رُوحانی قویٰ ترقی کریں۔ انسان دوسری باتوں میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اس لئے اسے کسی قدر بھوکا رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے۔

رمضان میں دعائیں خاص کر قبول ہوتی ہیں

اسی لئے فرمایا کہ واذاسالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ اس آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر لانا بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں۔ خدا نے تمہیں راستہ بتادیا ہے جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بے شک کمزور رہ جاتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف

رمضان کے آخری دس ایام میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ

دس دنوں میں مسجد میں بیٹھے اور دنیوی اشغال کو ترک کر دے۔ ہماری اس مسجد میں بھی خدا کرے کوئی اس سال کافی تعداد میں اعتکاف بیٹھنے والے ہوں۔ انسان کو جس قدر اپنے قویٰ پر بھروسہ ہو مجاہدہ کرے، بیمار کے قویٰ چونکہ مضمحل ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بیس روزوں کے بعد اعتکاف کا حکم دیا۔

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ گائے یا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ حدیث میں یہی ہے کہ غریب پانچ سو (500) سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، امیر کو مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہیے

رمضان کے روزوں سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا: ''جو رکھتا ہو وہ خرچ بھی کرے'' مسکین کو کھانا کھلا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے کہ ''آپؐ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے'' لیکن رمضان میں آپؐ کی حالت بتائی گئی ہے کہ ''رمضان میں آپ اس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے'' تو روزوں میں کچھ نہ کچھ خیرات بھی ضروری کی جائے۔ سب سے بڑھ کر مسکین اس وقت اسلام ہے، اس کو بھی کچھ دو۔

قیام رمضان

پھر ابتدائے رات کے وقت کچھ قرآن سن لیا کرو۔ اور پھر پو پھٹنے سے پیشتر بھی کچھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے ان دنوں میں عبادت اور دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ پس اپنے آپ کو تیار کرو اپنی زبانوں کو روکو۔ استغفار اور دُرود شریف بہت پڑھا کرو اور زیادہ باتیں کرنا چھوڑو۔

☆☆☆☆

رمضان اور اس کی برکات کے ذکر میں

از: مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

''ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میرے بندو میں تم سے بہت قریب ہوں، کوئی مجھے پکارے میں دُعا کو قبول کرتا ہوں''۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں''۔

یہ ایک حقیقت تھی جس پر ہمارے ہادیؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگیاں گواہ ہیں۔

اور آج یہ ایک قصہ ہے

اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کے لئے تڑپ نہیں ہوتی، ہمارے جسم خدا کے آگے گرتے ہیں مگر دِل نہیں گرتے اور دُعا دل میں تڑپ پیدا ہونے کا نام ہے۔ آیئے اس رمضان میں ہم لوگوں کے ظلموں پر نہیں اپنے ظلم پر آنسو بہائیں کہ اے خدا ہم نے تیری قدر نہیں کی، تیرے کلام کی قدر نہیں کی، ہم نے تیرے پیغام کو چھپا کر رکھا ہوا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے کے لئے وقف ہوں، نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے میں صرف ہوں، کام وہ کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کی کھلی وعید ہے۔

اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں کہ تیری رحمت کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے مگر دل تجھ سے اتنے دُور ہیں کہ اُس سے دُور کوئی چیز نہیں۔ ہمارے ماتھے تیری دہلیز پر ہوتے ہیں جہاں جنت ملنی چاہیے اور دل جمع مالاً وعدده یحسب ان ماله اخلده کا ورد کر رہے ہوتے ہیں۔ زبان پر یہ ہوتا ہے ہم تیرے غلام ہیں انا عبدک اور جو ہمارا مال ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے۔

اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ تیرے نام کو دُنیا میں بلند کرنے کے لئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں تو وہ ہمیں پہاڑ نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جدا نہ ہو۔ اے خدا تو اس جھوٹی زندگی سے ہمیں باہر نکال ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے ہمیں یہ آواز آتی ہے کہ: ''تو نے اپنے ریاکاری کے سجدوں سے مجھے ناپاک کر دیا''

تربیتی کورس اور تبلیغ دین کی تیاری

از: قاری غلام رسول صاحب

احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس درحقیقت ایک تبلیغی و اصلاحی اور روحانی کورس ہے۔ جس میں مختلف ماہرین تعلیم اپنے علمی و تحقیقی مضامین و مقالات پیش کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک دروس قرآن و حدیث اور ملفوظات حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اوقات نماز کی پابندی اور نمازِ تہجد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ بچوں کو مختلف کوئز پروگراموں اور تقاریر کے مقابلوں کے ذریعہ تعلیمی و اصلاحی معلومات کا موقع دیا جاتا ہے۔

اس طرح دین حق کے طالبین کے لئے یہ ایک روح پرور موقع ہوتا ہے اور مرکز دارالسلام میں ایک روحانی سماں پیدا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

تبلیغ دین اور تزکیہ نفس دراصل فرائض نبوت میں سے ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے''۔ (سورۃ آل عمران، آیت 164)

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اللہ وہ پاک ذات ہے جس نے اہل مکہ میں ایک رسول بھیجا جو ان پر تلاوت آیات کرتا ان کا تزکیہ نفس کرتا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ (سورۃ الجمعہ آیت 2)

اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے''

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ تلاوت آیات، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس کارِ نبوت ہے۔ یہی کام تربیتی کورس میں ہوتے ہیں۔ تربیتی کورس اپنی اصل کے اعتبار سے اصحاب صفہ کی یادگار ہے۔ معلّم کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد نبوی میں تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہونے والے خوش نصیب افراد اصحاب صفہ کہلاتے ہیں۔ دور دراز کا سفر کر کے آنے والے یہ لوگ مسجد نبوی کے ساتھ صفہ میں رہائش پذیر تھے۔ یہ دین حق کے ابتدائی مبلغین و مجاہدین تھے۔ یہ شب زندہ دار تھے اور دن کے طالب علم اور مجاہد تھے۔ یہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے۔ انہی میں سے مبلغین بھی تیار ہوتے اور مجاہدین اسلام بھی۔

اس طرح ان کو براہِ راست فیضان نبوت کے حصول کا موقع ملا اور یہ دینی مدارس و جامعات کے ذریعہ علم حاصل کرنے والے افراد کے امام بن گئے۔ مسلمانوں نے بعد کے زمانہ میں جو علمی ترقیات کیں اور جس کے باعث وہ ساری دنیا کے معلّم و پیشوا بن گئے اور ساری دنیا کے لوگ عربی کتب پڑھ کر جدید ترین تحقیقات سے آگاہ ہوئے اس کی اساس عہدِ نبوی کی تیار کردہ بنیاد پر تھی۔ سب سے پہلے وحی میں جو خدائی حکم ملا وہ اقراء کا تھا اور اس کا واسطہ قلم تھا اور قلم ہی وہ واسطہ ہے جو انسانی تہذیب و تمدن کا محافظ ہے۔ اسی سے وہ سب علوم انسان سیکھتا ہے جن سے آگاہ نہیں ہوتا۔ حصول علم پر دین نے بہت زور دیا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی کہ:

''آپ کہیں اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما'' (سورۃ طٰہٰ آیت 114)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے اور قرآن کریم میں اعلان کر دیا کہ اللہ نے وہ سب کچھ آپؐ کو سکھا دیا جو آپؐ نہیں جانتے تھے'' (سورۃ النساء آیت 113)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علم مشاہدہ اور علم غیب عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: ''اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں'' (سورۃ التکویر آیت 24)

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علوم لوگوں میں تقسیم فرمائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"۔

(بخاری شریف)

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ گود سے گور تک یعنی پیدائش سے موت تک علوم سیکھتے رہو اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا علوم سیکھو چاہے وہ چین میں ہی کیوں نہ ہوں۔آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"علم و دانش مومن کی گم شدہ میراث ہے، جہاں سے بھی ملے حاصل کرو"

اسلام کی ابتدائی جامعہ اصحاب صفہ ایک رہائشی جامع Residential University تھی تاہم اس میں تعلیم پانے والے مقامی بھی تھے اور بیرونی بھی۔ ان کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی۔ایک بار 80 اصحاب صفہ کو حضرت سعد بن عبادہؓ نے اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔اولین دور میں مسجد صرف عبادت ہی کے لئے نہیں بلکہ مکتب کا کام بھی دیتی تھی۔چنانچہ عہد نبوی میں 9 مساجد کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب مدرسے بھی تھے۔جہاں تعلیم قرآن کا انتظام تھا۔ان مساجد میں درسِ قرآن ،درس حدیث اور درس فقہ ہوتا تھا اور علمی مذاکرات ہوتے تھے۔جب کوئی طالب علم خود کو دین کے لئے وقف کر دیتا تو اہل خیر احباب اس کی کفالت اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے۔جیسا کہ کتب تاریخ میں ملتا ہے کہ اہل مدینہ اپنی فیاضی کے باعث جب کھجوروں کی فصلیں تیار ہوتیں تو ہر شخص ایک خوشہ تحفہ کے طور پر مسجد نبوی کے اندر صفہ میں لٹکا دیتا جب کوئی کھجور پک کر گرتی تو غریب اصحاب صفہ اسے کھاتے۔حضرت معاذ بن جبلؓ اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہو گئے اور قرض کی ادائیگی کے سبب انہیں اپنا مکان تک فروخت کرنا پڑا تو ان کو بھی صفہ میں رہنے کے لئے جگہ دی گئی۔

آج ہمارا مرکز جامع دارالسلام بھی اصحاب صفہ کی روایات کو قائم رکھے ہوئے ہے یہاں ہر سال موسم گرما کی تعطیلات میں تربیتی کورس و اصلاحی کورس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔حضرت امیر قوم کی شمولیت اور کورس میں مکمل حاضری ان کی علم دوستی کا ثبوت ہے۔نیز ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔حضرت امیر قوم جیسی شخصیت کا ہمارے اندر موجود رہنا طالبان دین کے لئے عزت کا باعث ہے۔اللہ تعالیٰ اس مرکز کو قائم رکھے اور یہاں سے دین حق کے خادم تیار ہوتے رہیں۔آمین

اہلاً وسہلاً ومرحبا اے ماہِ صیام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"روزہ ڈھال ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے، جب انسان روزہ سے ہو تو چاہیے کہ فحش باتوں ،لڑائی جھگڑے یا گھر میں چیخنے چلانے سے اجتناب کرے۔روزہ دار کے منہ کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے مشک کی خوشبو سے تشبیہہ دی ہے۔

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ اللہ کی رحمت ہے۔درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے اُن کی دُعا پر کہا۔آمین (حدیث نبوی)

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام "ریان" ہے اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔(بخاری شریف)

ماہ رمضان المبارک کی تقدیس وعظمت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کریم و تبارک نے اہل عالم کی فلاح ونجات کے نسخوں (الہامی کتب) کے نزول کے لئے ماہ صیام ہی کو منتخب کیا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان ایام برکت و رحمت اور ماہ رشد وہدایت کو غنیمت سمجھا اور زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔ جب رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کو شرفِ قبولیت بخشتے۔ان کی بخشش اور مغفرت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

جماعت بندی وقت کا تقاضا

از: چوہدری ناصر احمد صاحب (شاہدرہ)

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی

روحِ اُمم کی حیات کشمکش انقلاب

افراد کے ایسے گروپ کو جماعت کہا جاتا ہے جو ذہنی، نظریاتی، ثقافتی اور سماجی مسائل میں ایک جیسی سوچ کے حامل ہوں۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت کا ہیرو دوسری جماعت کا دشمن ہوتا ہے لیکن ہم تو نبی آخر الزمانؐ کے پیرو ہیں اور حضورؐ تمام کائنات کے ہیرو ہیں۔ اس قسم کے ہیرو کی جماعت اپنے آپ کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتی کیونکہ:

حیات ذوق سفر کے سوا کچھ بھی نہیں

اب جماعت کے ساتھ دوسرا لفظ بندی کا آیا ہے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ پوری انسانیت کے ہمدرد بننے کے لئے افراد جماعت کو متحد ہونا پڑتا ہے۔ جماعت بندی کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ بات ذہن میں لائیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی جماعت بندی میں گذر گئی۔ قرآن نے اس عمل کو تزمیل کہا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو المزمل کہہ کر پکارا ہے۔ اور مزمل اُس ہستی کو کہا جاتا ہے جو اپنے ساتھیوں کا بہترین چناؤ کر کے جماعت تیار کرے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ (13) سالہ مکی زندگی میں جو جماعت بندی ہوئی اُس کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ بظاہر تو یہ کام بڑا سست نظر آتا ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر رسالت صرف تئیس (23) سال تھی لیکن آپ کا عہد رسالت قیامت تک کے عرصہ پر محیط تھا۔ اس لحاظ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک سانس صدیوں پر بھاری تھا۔ لیکن اس عمل تزمیل یعنی جماعت بندی کا ماحصل چند سو افراد سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ ایک مشکل ترین مرحلہ تھا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کامل انسان ہی کامیاب ہو سکتا تھا۔

ایک جلنے کے سوا اور کوئی کیا جانے

حالتیں کتنی گذر جاتی ہیں پروانے پر

جماعت احمدیہ لاہور ایک خالص فکری دینی اصلاحی تحریک ہے۔ اس کے ممبران جانتے ہیں کہ مجدد زماں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو موتیوں کی طرح بکھیر کر پیش کیا ہے۔ ان کے لئے خصوصاً جماعت بندی بڑا صبر طلب اور ہمت طلب مرحلہ ہے۔ محنت طلب اور جانگداز مرحلوں کے لئے طویل وقت درکار ہوتا ہے لیکن بعض مخلص ساتھی بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بضد ہو جاتے ہیں کہ اُن کا تجویز کردہ راستہ کیوں نہیں مانا جاتا اور مایوس ہو کر سست روی کا شکار ہو جاتے ہیں

مزاجوں میں یاس آ گئی ہے ہمارے

نہ مرنے کا غم نہ خوشی زندگی کی

یہ رویہ جماعت کے لئے عموماً اور اُن احباب کے لئے خصوصاً نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر اصل کام تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ خود تعمیری کام شروع کر دیں تو تنقید خود بخود انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ خود فریبی ختم ہو جاتی ہے۔ متحرک کارکن اگر کسی راستہ یا کام کو غلط سمجھتا ہے تو وہ راستہ بدل کر دوسرا رُخ اختیار کر لیتا ہے اور جماعت ترقی کی راہ پر گامزن رہتی ہے لیکن اگر دل میں یہ خیال آ جائے کہ ہم بھی آرام سے بیٹھ جائیں تو اس طرح سست روی پیدا ہو جاتی ہے۔ دیگر کچھ لوگ جن کا جماعت سے تعلق نہیں ہوتا وہ تو ویسے ہی بقول شاعر:

ذہنوں میں اُن کے بت ہیں عقائد کے نام پر

کہتے ہیں اپنے آپ کو جو لوگ خدا پرست

انسان بااختیار ہے اسی لئے باہمی اختلاف رائے سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر جماعت میں کوئی کمزوری نظر آتی ہے تو بہتر ہوتا ہے کہ خود انسان جو کر سکتا ہے کرتا جائے۔ کوئی اُسے روک نہیں سکتا ہے۔ لیکن پہلے وہ اپنے

دل میں یقین کر لے کہ جو کام وہ کر رہا ہے اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت ہے۔ تو وہ وقت ضرور آئے گا کہ اُس کی کوششیں رنگ لے آئیں گی اور جماعت کی ترقی کے لئے اُس کا کام بنیادی ذرہ ثابت ہوگی۔

ہماری جماعت کا اساسی نظریہ اشاعت قرآن ہے اور جب احباب اجتماعی لحاظ سے سیرت طیبہؐ کی روشنی میں اپنے اندر فکری تبدیلی پیدا کریں گے تو معاملات خود بخود سیدھے ہوتے جائیں گے۔ ہماری جماعت نے برصغیر میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو اب ہر طرف اس کی آواز گونج رہی ہے۔ درس کے معنی ہوتے ہیں بار بار دہرانا۔ آج کل تو مشینی دور ہے۔ پرانے وقتوں میں دیہاتوں میں کسان اپنے بیلوں کے ذریعے گندم کی گہائی کرتا تھا۔ لکڑی کا پھلہ ہوتا تھا جس کو بیل بار بار لے کر گھومتے تھے تا کہ گندم کے دانے اور بھوسہ الگ ہو جائے۔ اس عمل کو عربی میں درس کہا گیا ہے۔ اس طرح بھوسہ الگ ہو جاتا ہے اور خالص دانے خالص آٹا فراہم کرتے ہیں بالکل اسی طرح جب قرآن کا درس ہوتا ہے تو خالص دین نکھر کر ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ اسی طرح جماعت بندی جب کرتے ہیں تو بار بار میل ملاقات سے انسانیت نکھر جاتی ہے۔ اور افراد دین کے خالص اصولوں کو اپنے سامنے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اتحاد اور جماعت بندی اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ دیکھیں آپ کے پاس قیمتی پُرزوں والی گھڑی ہو، ذرا پُرزوں کو الگ الگ کر کے رکھ دیں تو نتائج کبھی سامنے آ ہی نہیں سکتے اور نہ درست وقت کا پتہ چلے گا۔

دوسری مثال دیکھیں کہ انسانی طاقت کے لئے گھی کتنا اہم ہے لیکن اس کا عمل یوں ہے۔ دودھ اور دہی کو بلونی کے ذریعے بار بار حرکت دی جاتی ہے تو اس سے مکھن اور گھی نکل آتا ہے۔ جس سے توانائی پیدا ہوتی ہے۔

بات صرف جماعت بندی کی ہو رہی ہے تو ضروری ہے کہ منصوبہ سازی کرنے والے لیڈر ہمہ جہت پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھیں تا کہ مقامی یونٹ یعنی مقامی جماعت مرکز کے ساتھ اس طرح مربوط ہو جائیں کہ نتائج درست نکل آئیں۔ مقامی جماعتوں اور مرکز کا تعاون میں آپ کو ایک مثال سے سمجھتا ہوں کہ گاؤں میں جولاہے کھلی جگہ پر دھاگے کا تانا لگاتے تھے اور دھاگے کی نلکی کو پکڑ کر چکر لگاتے تھے کہ دھاگہ کپڑے کی شکل میں آ جائے اور پھر آخر پر دھاگہ میں سے اُس کے مخالف سمت سے دھاگہ اُسی میں سے گھماتے ہیں، اس کو بانا کہتے ہیں۔ اسی طرح تانے اور بانے کے باہمی اشتراک سے کپڑا بن جاتا ہے، اسی طرح مقامی یونٹ مرکز کے ساتھ بانے کا کام کرتے ہیں۔ یہی راز جماعت بندی کا ہے۔ ہماری چھوٹی سے چھوٹی جماعتی اکائی ہمارا بانا ہے۔

جماعت بندی کے سلسلہ میں بعض اوقات بوجہ جذبات یا ظاہری رکھ رکھاؤ کی وجہ سے کمزور اور غیر فعال لوگ جماعت کے آگے آ جاتے ہیں جس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ ان کی مثال ایسے ہوتی ہے کہ آکاس بیل کا نام ہم سب نے سنا ہوگا وہ جس درخت پر چڑھ جاتی ہے وہ درخت سوکھنا شروع ہو جاتا ہے اور آکاس بیل پھیلنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہی بات اور اصول متحرک جماعتوں کے لئے ہوتا ہے۔ کارکنوں کا وقت کا پابند ہونا جماعت بندی کا پہلا زینہ ہوتا ہے۔ مقدس بہانے بنانے سے جماعتیں ہمیشہ تباہ ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ امریکہ کے صدر جارج واشنگٹن کا سیکرٹری پانچ منٹ دیر سے آیا۔ پوچھنے پر اس نے کہا کہ گھڑی خراب ہو گئی تھی۔ واشنگٹن نے جواب دیا کہ آج ہی اپنی گھڑی بدل لو ورنہ مجھے اپنا سیکرٹری بدلنا پڑے گا۔ اسی لئے اصول ہوتا ہی بے لحاظ ہے کیونکہ

زندگی خود ہی عبادت ہے اگر ہوش رہے

معزز قارئین کرام اب میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف لے جاتا ہوں۔ بعض ساتھی یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ وابستہ ہونے سے ہم کہیں دنیاوی فوائد سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ بالکل کردار کی کمزوری اور خام خیالی ہے۔ یاد رکھو! دنیا کا تالا کھلتا ہی دین کی چابی سے ہے۔ ہماری جماعت کے اُمراء کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

اصل بات آپ کو بتانا ہوں کہ غیر اقوام اسلامی تعلیمات کو اس لئے پڑھتی ہیں کہ اُن کو حقائق کا پتہ چلتا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم صرف ثواب کی خاطر اسلامی تعلیمات کو دیکھتے ہیں۔ قرآن تو انسانی فلاح و بہبود کا ایک چارٹر ہے۔ جس کو ہماری جماعت اجتماعی طریقہ سے پھیلانے کا مشن رکھتی ہے۔ یہ بات بھی سن لو کہ مصیبت کسی پر نہیں آتی بلکہ انسان خود مصیبت کی طرف چل کر جاتا ہے کیونکہ

ہمارے نصب العین کی سچائی پر جب ہمارا ضعف آجائے تو جماعت بندی کی روح کمزور ہونے لگتی ہے اور شکست شروع ہو جاتی ہے۔

جماعت بندی کے لئے ہر فرد کو متحرک ہونا پڑتا ہے پھر ہی سکون میسر آتا ہے جیسے پنگوڑا جب حرکت کرتا ہے تو سکون کی نیند آجاتی ہے۔ جس جماعت بندی میں ہماری جماعت کی طرح دینی عنصر کو اولیت حاصل ہو تو اس کے اثرات عالمگیر انسانی زندگی پر پڑتے ہیں اور انسانوں میں شعور پیدا ہوتا ہے اور شعور وقت کے ساتھ ساتھ نشوونما پاتا جاتا ہے۔ کائنات کے رموز کو سمجھنے کے لئے متوازن انسانیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذرا غور کریں کھولتے ہوئے پانی میں پودا نشوونما نہیں پاسکتا بلکہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح یخ ٹھنڈے پانی میں بھی نشوونما رک جاتی ہے اور پودا ختم ہو جاتا ہے۔

مزید غور کریں کہ زندگی چیک کرنے کے لئے سانپ کو چھڑی سے چھیڑا جاتا ہے اگر حرکت کرے تو زندہ ورنہ مردہ ہو جاتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

''اپنے معاملات کی تدبیر آپ کرو''

اور یہ کام ہوتا ہی جماعت بندی سے ہے۔ انسانی غلامیاں جماعت بندی سے ہی ختم ہوتی ہیں۔ اسی لئے قرآن

''موت کا پیغام ہے ہر نوع غلامی کے لئے''

پھر آگے چلیں تو جماعت بندی سے آزادی ملتی ہے لیکن یہ آزادی جب خدا کے فیصلہ کے مطابق ہو تو انسانیت ترقی کرتی ہے۔

آزادی کی مثال سنیں۔ ایک عورت غلط جگہ سے سڑک عبور کر رہی تھی کسی نے روکا تو کہنے لگی کہ آزادی ہے۔ اتنے میں پیچھے سے ایک سائیکل والے نے ٹکر مار کر گرا دیا تو اُس نے بھی کہہ دیا کہ آزادی ہے۔ اس لئے خدا کے قوانین ضروری ہیں۔ کھڑے پانی میں بدبو آجاتی ہے۔ بہتے پانی سے پن بجلی اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔ یہی جماعت بندی ہے۔

جماعت بندی کرنے سے پہلو بدلے جاتے ہیں۔ اور پہلو بدلنے کا نام زمانہ بھی ہے۔ انسان کی تخلیق پر غور کریں۔ جرثومہ حرکت کرتا ہے اور ماں کے پیٹ کے اندر پہلو بدلتا رہتا ہے اور نو ماہ کے بعد سننے اور دیکھنے والا انسان بن جاتا ہے۔

قرآن ہمیں جہاں جماعت بندی کا درس دیتا ہے۔ وہاں اس کے لئے متوازن طریقہ بھی بتا دیتا ہے۔ قرآن میں ادرک اور کافور کا ذکر کیا گیا ہے۔ کافور کی تاثیر یہ ہے کہ شدت کو کم کرتا ہے اور ادرک کی تاثیر یہ ہے کہ حرارت دیتا ہے یعنی دونوں کے امتزاج سے زندگی میں توازن آتا ہے۔ اب اشیاء میں آرڈر بھی جماعت بندی سے ہی آتا ہے۔ کمہار مٹی کو اچھی طرح گوندتا ہے پھر وہ اپنے پاس ایک دھاگہ اور پانی کا پیالہ رکھتا ہے اور اپنے چک کو گھماتا ہے اور دھاگہ اور پانی اور اپنے ہاتھوں سے خوبصورت صدا اور ظروف بنا دیتا ہے۔ قرآن میں لوہے یعنی حدید کا ذکر آتا ہے۔ لوہار لوہے کو گرم کر کے سرخ کر دیتا ہے تو پھر اس سے شمشیر و سناں بن جاتے ہیں جن سے فتح ہوتی ہے۔ جس قوم کے پاس لوہا ہو وہ طاقتور ہوتی ہے مگر مومن تو خود فولاد ہوتا ہے۔ یہی حال جماعت بندی سے ہوتا ہے۔ جماعت بندی جب ہوگی تو روشنی آئے گی اور جہالت بھاگ جائے گی۔ اندھیرا تو ہوتا ہی روشنی کا عدم ہے۔ جماعت کے افراد فعال ہوں گے تو ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔

جماعت بندی کے فقدان کی وجہ سے دورِ حاضر میں معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ میرے خیال میں اس بگاڑ کے تین اسباب ہیں:

(۱): غربت

اس سے انسان کی اخلاقی قدروں میں ضعف آجاتا ہے۔ صبر کی سطح پست ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ کمزور کردار کی عورت اپنی عزت بیچ دیتی ہے اور مرد اپنا ایمان بیچ دیتا ہے۔ جماعت بندی سے اس کا تدارک ممکن ہو جاتا ہے۔

(۲): شخصیت پرستی اور اچھائی کو ترک کرنا

شخصیت پرستی سے بھی ذہنی انتشار پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت صاحب کی جماعت اسی وجہ سے بٹ گئی کہ شخصیت پرستی شروع ہوگئی اور اچھائی کو ترک کر دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے جماعت کا اساسی نظریہ زندہ رکھا اور تذبذب نہ آنے دیا، ورنہ حضرت صاحب کے عقائد کو کمزور کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی گئی اور مجدد زماں کے فرزند روحانی پر پھبتیاں کسی گئیں اور مذاق اڑایا گیا کہ:

''اڑھائی بوٹیاں تے فتو باغباں''

مگر اسی مردِ مجاد نے حضرت صاحب کی تعلیمات کو نکھار کر پیش کیا اور چند بکھرے موتی ایسی زنجیر میں پروئے کہ کوئی مخالف قوت اُن کو ہلا نہ سکی اور اپنی قوتِ ایمانی سے جماعت کو ایک سنگلاخ پہاڑ کی طرح مضبوط کر دیا۔ جس کی بدولت آج ہم باوجود کم وسائل کے دنیا میں پیغام حق پہنچا رہے ہیں۔

ہماری جماعت کے اکابرین وہ پہاڑ تھے جو کائنات کا توازن قائم رکھتے ہیں۔

(۳): باہمی لڑائی جھگڑے

دینی جماعتوں کے آپس کے جھگڑے احباب کے اعتماد کو ختم کر دیتے ہیں۔ اسی لئے ضروری ہوتا ہے کہ اگر دوسرا بات نہ مانے تو خود اپنے آپ کو سمجھا لیا جائے تا کہ اتفاق رائے قائم رہے۔

جماعت بندی کے فوائد غیر مسلم بھی اٹھا لیتے ہیں۔ جیسے جنگ احد کے موقع پر جب مسلمانوں نے جماعت بندی کی خلاف ورزی کی تو اس وقت کفار کے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔ اسی لئے قرآن پاک میں آتا ہے کہ آپس میں اکٹھے رہو تا کہ تمہاری ہوا نہ اکھڑ جائے۔ جماعت بندی سے دینی اور دینوی دونوں فوائد ہوتے ہیں۔ موجودہ زندگی سہل ہوتی ہے اور آخرت کے لئے بھی صحیح سمت متعین ہوتی ہے۔ مشکواۃ شریف میں ابوداؤد کے حوالہ سے درج ہے کہ ''جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک قطع تعلق کیا گویا اس نے قتل کر دیا۔''

جماعت سازی سے انسانوں میں تبدیلی آتی ہے اور اس تبدیلی کے تین کردار ہوتے ہیں۔

(I): **عقل** جماعت بندی کے عمل میں عقل کو دلیل اور ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

(II): **ضمیر** جماعت بندی انسانی ضمیر کو جھنجھوڑتی ہے اور انسان نیکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور بدی سے رُک جاتا ہے۔

(III): **دل** یہ جذبات اور احساسات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔

جب جماعت بندی ہوتی ہے تو دل آزادی سے فیصلہ کر سکتا ہے اور انسان کے اندر زبردست جذبہ محرکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں ان تینوں عوامل کو بڑا فوکس کیا ہے۔ جماعت کے ساتھ تعاون کر کے کمزور افراد بھی با اعتماد اور طاقتور بن جاتے ہیں۔

احباب جماعت کے سامنے چار فرمودات پیش کئے جاتے ہیں جن کے دل میں راسخ کرنے سے جماعت بندی کا عمل خود بخود شروع ہو جاتا ہے۔

(I): حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ صدقہ ہوتا ہے۔

(II): بخاری شریف میں ہے کہ (کل معروف صدقۃ) ہر بھلائی صدقہ ہوتی ہے۔

(III): نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان اگر کسی کو فائدہ نہ دے تو کسی کو نقصان بھی نہ پہنچائے۔

(IV): فرمان الٰہی ہے: ''وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہوتے ہیں۔''

حضرت طلحہ بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان غزوہ بدر کے دن بہت ذلیل ہوا جب اُس نے دیکھا کہ مومنوں کی مدد کے لئے خود جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت بندی کر رہے ہیں۔

جماعت بندی کی کمزوری کی مثال حال ہی میں سنی گئی ہے۔ مقامی جماعت لاہور کے زیر اہتمام ''یوم مولانا نورالدینؒ'' منایا گیا۔ مولانا نورالدینؒ کے پوتے عمر جمیل (مرحوم) مہمان خصوصی تھے۔ انہوں نے خطاب میں فرمایا کہ حضرت مولانا نورالدینؒ کو اپنی زندگی میں ہی جماعت بندی کا اصول بنا دینا چاہیے تھا تا کہ بعد میں غالیانہ عقائد نہ پنپ سکتے جو کہ اس وقت غلطی ہو گئی تھی جس کا جماعت کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

اب بدلتے ہوئے حالات زمانہ میں وقت آ گیا ہے کہ خدا کے ہاتھ سے لگایا ہوا پودا پُر زور طریقہ سے نشو ونما پانے لگے کیونکہ

وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح بجھ جائے

پیدا کیا ہو جس کو حق نے نیستاں کے واسطے

ہم سن رہے ہیں کہ زمانہ سب کو بدل دیتا ہے مگر احباب جماعت کو ایسے بننے کا وقت آ چکا ہے کہ مرد وہ ہے جو زمانے کو بدل دیتا ہے جس طرح سے چند بوریہ نشینوں نے جماعت بندی کی وجہ سے دنیا پر حکمرانی کی۔

بوعلی سینا نے جنم لیا تو دنیا میں طب کا باب کھل گیا۔ جابر بن حیان پروان چڑھا تو سائنس کی نئی راہیں متعین ہوئیں۔ ابن الہیثم پیدا ہوا تو دنیا کو ریاضی کے اصول مل گئے۔ اب مجدد اعظم تشریف لائے تو موت وحیات کے افسانوی قصے اپنی موت آپ مر گئے۔ قرآن پاک جماعت بندی کے ساتھ تدبر فی القرآن کی تائید کرتا ہے اور اس کی روح یہ ہے کہ انسانی جسموں پر کنٹرول کرنے کی بجائے انسانی قلوب میں تبدیلی پیدا کر کے ان پر کنٹرول کیا جائے۔

احباب جماعت کا یقین اپنی جماعت کی ترقی کا ایسے ہونا چاہیے جیسا ایک کسان کا ہوتا ہے کہ وہ قیمتی بیج مٹی میں ملا دیتا ہے محض اس یقین پر کہ فصل اُگے گی اگر یقین کامل نہ ہو تو شاخ نازک پہ آشیانے ناپائیدار ہی ہوتے ہیں۔ لوہے کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے مقناطیس بننا پڑتا ہے۔ اس لئے مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما۔

خانہ کعبہ کا طواف بھی جماعت بندی کا درس دیتا ہے۔ عرب کے بادہ نشینِ ھادی برحق کی بنائی گئی، جماعت بندی کے طفیل نہ صرف دنیا کے راہبر بن گئے بلکہ آئین جہانداری سے دنیا کو روشناس کرا دیا۔ بعض احباب جماعت بندی کو فرقہ بندی جیسا خیال کر لیتے ہیں جو کہ مناسب نہ ہے۔ فرقہ بندی محض چند مخصوص لوگوں کا مفاد دیکھتی ہے جبکہ جماعت بندی میں اجتماعیت کا رنگ ہوتا ہے۔ جماعت بندی کی بدولت قرون اولیٰ میں مسلمان، علم، طاقت، اجتہاد، عمل، فرد کا احترام، خاندان کا استحکام، معاشرہ کی فلاح و بہبود اور عدل وانصاف کی دولت سے مالا مال رہے۔ اور جب فرداً فرداً ہر چیز کو پرکھنے کی عادت شروع ہوئی تو قافلے کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا۔ اور امت کمزور ہونا شروع ہوگئی۔

میں احباب کی یاددہانی کے لئے چند نقات دوبارہ دہراتا ہوں:

(۱): ہماری جماعت کا پہلا زینہ درس قرآن ہے۔ اس سے ہی جماعت بندی کی رُوح ہوتی ہے۔

(۲): حج جماعت بندی کا عملی مظاہرہ ہے۔

(۳): انبیاء کی تعلیم ہی جماعت بندی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے اپنے بیٹوں کو اکٹھا ہونے کا درس دیا تھا۔

(۴): معاشرہ کی بنیاد ہی جماعت بندی پر کھڑی ہو سکتی ہے۔

(۵): جماعت بندی کے بغیر اُمت پناہ قائم رہنا ناممکن ہے۔

(۶): ملحدین، اغیار اور مصائب کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت بندی ضروری ہے۔

جماعت بندی سے دل کی دنیا بدلتی ہے تو سوز و گداز پیدا ہو کر طرز و انداز بھی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے آگے بڑھنے کی فوری ضرورت ہے ورنہ:

نیتِ شوق بھر نہ جائے کہیں
تو بھی دل سے اُتر نہ جائے کہیں
اُٹھو جلدی سے چل پڑو ناصر
پھر یہ دریا اُتر نہ جائے کہیں

ایک انگریزی مفکر گبن لکھتا ہے کہ: ''محمدؐ کا سب سے بڑا کارنامہ جماعت بندی کا تھا'' جس نے ساتھیوں میں تحریک پیدا کر کے دنیا کی تقدیر بدل ڈالی۔ اس کا ثمر اس بات سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ چند لاکھ مسلمان پوری دنیا پر بھاری تھے۔ مکان بھی کچے تھے، مسجد نبوی کچی تھی، چراغ تک نہ تھا پھر بھی ۹ ہجری تک سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ اس جماعت بندی کی بدولت مسلمانوں نے جدھر کا رُخ کیا ملک اور حکومتیں اُن کے پیروں میں گر گئے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہمارے احباب بھی جماعت بندی کو سب سے زیادہ اہمیت دیں۔ اسی سے تنہائی ختم ہوگئی اور ذہنی سکون میسر آئے گا۔ مقامی جماعتیں جب مربوط ہوں گی تو مرکز خود بخود مضبوط ہوتا جائے گا۔ آداب معاشرت اور جذبہ پہل سے کارکردگی بڑھ جائے گی۔ اور جاندار تحریکیں پیدا ہوں گی۔ اور سماجی مسائل حل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے۔

آخر پر میں اپنے مضمون کا اختتام اپنے قائد حضرت امیر قوم مولانا محمد علی

رحمتہ اللہ علیہ کے اُن الفاظ پر کرتا ہوں جو انہوں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے جماعت بندی کے لئے فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''جماعت بندی کے سلسلہ میں ہر فرد ایک نمونہ پیش کرے۔ کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہو کہ مجھے فلاں عہدہ مل جائے۔ یہ جماعت ایک جہاد کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ اس کے سرکردہ لوگ وہی لوگ ہوں گے جو خود بھی مجاہد ہوں گے''۔

زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

: **ترجمہ: ''اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھکے رہو''۔ (سورۃ البقرہ ۲:۴۳)**

ترجمہ: ''ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے لے تا کہ اس سے تو انہیں پاک اور صاف کرے اور ان کے لئے دعا کر کیونکہ تیری دعا ان کے لئے تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔ (سورۃ التوبہ:۱۰۳)

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ صاحب حیثیت لوگوں پر خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے اور شریعت قرآن کے حکم کے مطابق اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔

تمام احباب جماعت جو نصاب زکوٰۃ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کروا کر شکریہ کا موقع دیں۔ انجمن کے خزانہ میں جمع زکوٰۃ حکم قرآن کے مطابق غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیوگان وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

امید ہے آپ جلد از جلد اس فرض کو ادا کریں گے اور اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کرائیں گے۔

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن لاہور

رمضان المبارک میں
تہجد اپنے اُوپر لازم کر لیں

یہ ایک مجاہدہ کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے بہت سے قیمتی اور بابرکت مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ رحمت باری جوش میں ہوتی ہے۔ قلوب دُعا اور عبادت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ پنج وقتہ نماز باجماعت کی پوری پابندی کے علاوہ کم از کم اس ماہِ مبارک میں نماز تہجد کو اپنے اُوپر لازم کر لینا چاہیے۔

دُعاؤں پر خاص زور ہو۔ تنہائی میں اور مل کر دونوں طریق پر دُعائیں کی جائیں۔ خدمت دین اور اشاعت قرآن ہمارا سب سے بڑا مقصد اور غلبہ اسلام ہماری سب سے بڑی آرزو ہے۔ لہٰذا ہماری دُعائیں بھی زیادہ تر اسی مقصد کے حصول کے لئے ہونی چاہئیں کہ:

''اے اللہ! تو اسلام کو غالب کر اور ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے پاک دین اور تیری مقدس کتاب قرآن کریم کو دُنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچا سکیں تو اس غرض کے لئے ہمت و عزم اور سامان و ذرائع عطا فرما۔ صحیح دُعا وہی ہے جو انسان دلی تڑپ اور خلوص کے ساتھ کرے۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہو۔ لیکن قرآن وحدیث کی بعض دُعائیں ایسی ہیں جو عربی الفاظ میں ہیں اور زیادہ موثر اور جاذبِ برکات ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا ان دعاؤں کو نماز تہجد اور دیگر نمازوں کے اوقات میں ضرور پڑھیں اور بار بار دہرائیں۔

یہ دُعائیں جناب میاں نصیر احمد فاروقی کی کتاب ''مسنون دعائیں'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆

آہ! پروفیسر جمیل عمر

ازقلم: نصرت احمد صاحبہ

اک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اِک چراغ تھا نہ رہا

1952ء میں نواب شاہ سندھ کے ہسپتال میں میرے سب سے چھوٹے بھائی جمیل عمر نے جنم لیا۔ مجھے خواب کی طرح یاد ہے کہ اس ہسپتال کا ہیڈ ایک انگریز تھا۔ وہ کبھی کبھار سب کو جمع کر کے جادو کے کرتب دکھایا کرتا تھا۔ خیر ننھا جمیل اب بولنے لگا تھا۔ وہ بے حد باتونی تھا۔ ایک سوال کے بعد دوسرا سوال حتیٰ کہ جواب دینے والا تھک جاتا۔ پھر اس کی عمر سکول جانے کی ہوگئی اور داخلہ نیو اسکول ماڈل ٹاؤن میں کر دیا گیا۔ ہمارا گھر لاہور ماڈل ٹاؤن میں تھا وہاں کی پرنسپل ایک بوڑھی انگریزی عورت Miss Tat Fod تھیں۔ میری ایک چچی ہیڈ مسٹریس تھیں۔ انہوں نے جب جمیل کا رزلٹ دیکھا تو میری والدہ سے کہا کہ آپا جمیل تو بڑا ذہین ہے۔ اس کو کسی اچھے اسکول میں داخلہ دلوائیں۔ یہ مہربانی بھی چچی نے کی کہ جمیل کا Cathedral School نزد مال روڈ میں داخلہ کروادیا۔ جمیل کے اسکول کے رزلٹ ہمیشہ بہت اچھے آتے تھے۔ میٹرک یا O Level کا امتحان دینے کے بعد اس نے ممی (میری والدہ) سے پاکستان کی سیر کی اجازت لی اور یہ اجازت نامہ لینے کے بعد وہ پاکستان کی سرحد پار کر کے انگلینڈ اور یورپ گھوم آیا۔ وہ بھی بغیر زادِ راہ کے۔

تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد اس کو فزکس میں گولڈ میڈل اور ساتھ ہی رومانیہ کا سکالرشپ مل گیا۔ جمیل کے دل میں بچپن سے ہی ملک اور انسانیت کے جذبات بڑے گہرے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ پاکستان کے تمام باسی خواہ وہ کسی بھی مذہب یا فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں بنیادی سہولیات اور انصاف کا ملنا اُن کا حق ہے۔

آپ کا مطالعہ بڑا وسیع تھا اور ذہن بہت تیز۔ وہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں لیکچرار ہو چکے تھے۔ جب ایک جنرل نے مارشل لاء لگادیا۔ جمیل کو اُن کے بعض ضابطوں سے اختلاف تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جس بھاری تعداد میں اسلحہ اور مہاجر افغانستان سے آرہے ہیں یہ مستقبل میں پاکستان کے لئے بڑے مسائل پیدا کردے گا۔ اس نے ایک پمفلٹ میں ان باتوں کا اظہار کیا۔ فوج کی حکومت تھی۔ سچائی کون برداشت کرتا۔ جمیل اور اس کے ساتھ کے دو پروفیسروں کو پمفلٹ کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا۔ ان کو ملک کے غدار، روس کے ایجنٹ اور خدا جانے کن کن جھوٹے خطابات سے نوازا گیا۔ شاہی قلعہ میں اس پر سخت ظالمانہ تشدد کیا گیا اور بالآخر 8 سال قید سنادی گئی۔ دوستوں اور فیملی سے دور رکھنے کے لئے اس کو بار بار مختلف جیلوں میں بغیر اطلاع کے منتقل کیا جاتا رہا۔ اتنی دور سے سفر کر کے جب راولپنڈی یا میانوالی جیل پہنچتے تو جواب ملتا کہ آج ملاقات کا دن نہیں یا وہ یہاں سے منتقل ہوگئے ہیں۔ میری دُکھوں بھری ماں اُن چند سالوں میں ہی بوڑھی ہوگئیں حتیٰ کہ بھنویں اور پلکیں سفید ہوگئیں۔ بالکل کمزور اور نحیف ہوگئیں۔ ہر وقت جمیل کے لئے دعائیں کرتیں رہتی۔ قریباً 1985ء میں رہائی ملی۔ مگر پاکستان میں اس پر ہر قسم کی ملازمت پر پابندی لگ گئی۔ جمیل ملک سے باہر چلا گیا۔ اسے Oxfam میں ملازمت مل گئی۔ مگر یہاں تیزی سے تبادلے ہوتے تھے۔ انگلینڈ سے لے کر نیپال تک اس کو بہت سی زبانیں آگئیں بلکہ وسیع تجربہ بھی ہوگیا۔ اسی دوران اس نے کمپیوٹر میں ماسٹرز کرلیا۔ ایک افغان خاتون سے شادی بھی کرلی اور Software کا کام شروع کردیا۔

اپنے ملک کا مفاد اور غریب طبقہ کے لئے کام کرنا تو اس کی گھٹی میں رچا ہوا تھا۔ تمام صوبوں کو جوڑے رکھنا فرسودہ اور غلط رسومات کو ختم کرنا۔ ملک میں سے تعصب، فرقہ واریت اور ہر قسم کے ظلم و ناانصافی کو ختم کرنا اس کے مقاصد میں

شامل تھا۔

غریب بچوں کے لئے سکول کھولے۔میڈیکل کی سہولیات بہم پہنچائیں۔ بیوہ عورتوں کے لئے روزگار کے ذرائع پیدا کئے۔سیلاب زدگان کے لئے ''عوامی جمہوری پارٹی'' کے تعاون سے سامان اور ڈاکٹرز بھجوائے۔غرضیکہ غریبوں کی مدد کے لئے آخری دم تک کام کرتا رہا۔

ایک قابل استاد تھا۔میرے بھتیجوں نے اعتراف کیا کہ جو ہم نے جمیل چچا سے پڑھا اس مضمون میں ہمیشہ اچھے نمبر حاصل کئے۔خاندان کو جوڑ کر رکھنے کے لئے اس کی طرف سے دسمبر میں سب کو پہلے سے اطلاع دے دی جاتی کہ فلاں دن ہمارے گھر پرون ڈش پارٹی ہے۔سب شرکت کرتے۔باقاعدہ فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ آنے والوں کو انعامات ملتے اور شرکاء کو پھول۔

برصغیر کی شخصیات میں اسے قائداعظم، سرسید احمد خان، دادا امیر حیدر، فیض احمد فیض، ساحر لدھیانوی، بھگت سنگھ، بلھے شاہ اور کئی صوفی شعراء پسند تھے۔وہ اپنے آپ کو ہر قسم کے ماحول میں ڈھالنے اور ہر عمر کے لوگوں میں ڈھل جانے کا فن جانتا تھا۔

17 مارچ 2014ء کو اس ہمدرد دل نے دھڑکنا بند کر دیا اور صرف 15 منٹ میں اچانک وفات ہوگئی۔اس کی وفات پر چند روز کے بعد ہمدرد ہال مزنگ لاہور میں تعزیتی جلسہ ہوا۔جس میں 200 سے 300 لوگ ہوں گے۔سب باری باری اُٹھ کر اس کی انسانی ہمدردی کے واقعات سنا رہے تھے۔مجھے ایک نوجوان مستری کا بتایا ہوا واقعہ نہیں بھولتا۔وہ کہہ رہا تھا کہ ایک روز بارش میں بھیگتے ہوئے جمیل صاحب موٹر سائیکل پر میرے گھر آئے اور مجھے کہا کہ اپنے اوزار لے لو کچھ کام ہے۔میں تو معتقد تھا، تھیلا اُٹھایا اور پیچھے بیٹھ گیا۔راستہ میں کہنے لگے کہ ایک غریب بیوہ کا فون آیا ہے کہ چھت گرنے والی ہے گھر میں کوئی مرد نہیں۔خیر وہاں پہنچے تو اس کے کچے مکان کی دیوار بیٹھ رہی تھی۔میں نے جائزہ لے کر کہا کہ جمیل صاحب میں اکیلا تو یہ کام نہیں کر سکتا۔بڑی سادگی سے بولے میں گارا بناتا ہوں تم اینٹ لگاؤ۔ غرضیکہ جب تک کمرہ کی طرف سے تسلی نہ ہوئی، تکاری اُٹھا اُٹھا کر مجھے دیتے رہے۔عادی نہ ہونے کی وجہ سے گارے مٹی سے بھر گئے۔اور بوڑھی بیوہ کے پُرتشکر آنسوؤں، دعاؤں کے ساتھ واپس آئے۔

اپنی پارٹی کے کاموں کے لئے اس نے 24 گھنٹے وقف کر رکھے تھے۔گرمی ہو کہ سردی پارٹی میٹنگ کے لئے اسے بدین سے لے کر پشاور تک جہاں بلایا جاتا وہ ہر قسم کی مشقت سہہ کر پہنچ جاتا۔کبھی کسی تکلیف کا اظہار نہ کیا۔

2012ء میں جبکہ وہ کابل میں تھا۔اسے دل کا شدید دورہ پڑا۔اس کے ساتھی اُسے جہاز کے ذریعے اسلام آباد لے آئے اور کچھ روز بعد میرا بیٹا اور بھتیجا لاہور لے آئے۔اس کی طبیعت بہت خراب تھی۔70 فیصد ہارٹ Damage ہو چکا تھا۔معدہ نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ہلکی سے ہلکی غذا سے بھی قے آجاتی۔ اس کے دوستوں نے اس کا بہت خیال کیا۔بہترین ڈاکٹرز کو دکھایا۔مگر اب وہ بہت لاغر ہو چکا تھا۔جہاں بیٹھتا سر سینے سے جا لگتا۔منہ سے کراہیں نکلتیں۔میں کہتی کہ جمیل تم کراہتے کیوں ہو میرے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے تو ہنس کر کہتا اچھا اب کوشش کروں گا کہ کراہ نہ نکلے مگر یہ اس کے بس میں نہ تھا۔سادگی پسند تو وہ ہمیشہ سے تھا۔ مگر اب اسے زیادہ دلچسپی اصلاحی کام اور اپنی پارٹی ''عوامی جمہوری ورکرز پارٹی'' میں ہوگئی تھی۔اتنی کمزوری اور نقاہت میں بھی بیٹھ یا لیٹ کر لکھتا رہتا۔

اس کی مشہور کتاب ''فلسفہ اور معاشرہ'' دانشور حلقہ میں بڑی مشہور ہے۔

اس کی میت کے سرہانے اُداس کھڑے لوگ گویا کہہ رہے تھے:

اُٹھ دردمنداں دیا دردیا
کیتھے وچ قبراں توں بول

بقیہ صفحہ نمبر 16: ایک سوال کا جواب

دنیا میں علم کے پھیلانے کے مختلف ذرائع ہیں جن میں تقاریر، تحریرات، تصنیفات اور واعظ و نصیحت ہے۔

اس لئے ایسے مواقع پر یہی ذرائع ہیں جن سے دوسروں کو علم منتقل کیا جا سکتا ہے۔ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔اگر کسی عظیم ہستی کی یاد میں کوئی تقریب منعقد کی جائے اور اس میں تلاوت قرآن، نعت خوانی سے لوگوں کو مستفید کیا جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ قرآن سے محبت اور رسول اللہ صلعم سے محبت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔

ایک سوال کا جواب

از: عامر عزیز الازھری

ایک نوجوان حماد احمد (پشاور) نے سوال کیا۔

سوال: کیا کوئی بزرگ فوت ہو جائے۔ اس کی برسی منانا، عرس کرنا، نعت خوانی کرنا، کھانے کھلانا اور اس میں شرکت کے لئے آئے لوگوں کو خرچ دینا جائز ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کیجئے۔

جواب: حماد احمد آپ کا سوال نہایت ہی عمدہ اور دانش مندانہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان معاملات کو باریک بینی سے دیکھتے ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور علم میں اضافہ فرمائے۔ آپ کے سوال کا جواب ذیل میں ہے:

سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے محض ثوابٰ اس کا مقصد نہیں۔ یہ انسانوں کی اصلاح اور ان کے اعمال کو درست کرنے کی خاطر خدا کا دیا ہوا قانون ہے۔ دوسرے ہمیں قرآن کریم میں یہ واضح احکامات ملتے ہیں کہ ''کسی انسان نے دوسرے انسان کا بوجھ نہیں اٹھانا''

قرآن کریم کی سورۃ فاطر آیت نمبر (۱۸۔۳۵) میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

اسی طرح سورۃ البقرہ ۲:۱۶۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''یہ ایک جماعت ہے جو گزر چکی، ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا، اور اس کے متعلق تم سے باز پرس نہ کی جائے گی جو وہ کرتے تھے''۔

سورۃ البقرہ ۲:۱۷۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''کہہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو اور وہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں اور ہم اسی کے لئے اخلاص رکھنے والے ہیں''۔

سورۃ الشوریٰ ۶۰:۲۹ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''کہہ کہ تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہمیں جمع کرے گا اور اسی کی طرف انجام کار پھر کر آنا ہے''۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کو بھی دوسرے کے اعمال کا فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ ہر انسان اپنے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ ہر انسان نے اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھانا ہے اور خود ہی اپنے افعال کی جواب دہی کرنی ہے۔ دوسرے کسی بھی فوت شدہ بزرگ کی برسی منانا یا عرس منانا یہ اسلام کی روایت نہیں۔ اور نہ ہی اس کا کوئی حکم ہے بلکہ یہ سب بدعات ہیں۔ تاہم کسی بھی عظیم انسان کے نظریات اور اس کی تعلیم سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے اگر کسی دن کو مخصوص کر کے لوگوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اس بزرگ کی تعلیم کو سنیں جو دراصل قرآن وسنت کی تعلیم ہوتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان مواقع پر کھانا کھلانے کا ثواب نہ تو بزرگ کو پہنچتا ہے اور نہ کسی مُردے کو۔ البتہ جب لوگ اکٹھے ہوں گے اور کچھ دور دراز سے سفر کر کے وہاں پہنچیں گے تو ان کے لئے کھانے کا انتظام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جو سفر خرچ کی حیثیت نہ رکھتے ہوں تو ان کو کرایہ دینا اس نیت سے درست ہے کہ وہ بھی اس تعلیم سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ لیکن اس کا ثواب اس فوت شدہ بزرگ کو نہیں بلکہ اس شخص کو زیادہ پہنچے گا جو یہ خرچ ادا کرے گا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 15)

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(8جون تا 21جون 2014ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس 8 جون تا 21 جون 2014ء منعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت اور تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سکولوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد

مڈل سکول 11 تا 15 سال

جونیئر سکول 11 سال تک

جونیئر سکول کے مزید دو سیکشن بنائے گئے

جونیئر سکول A 5 سال تک

جونیئر سکول B 5 تا 11 سال

اس تربیتی کورس کے انچارج محترم فضل حق صاحب تھے۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کا میاب بنایا۔

اس کورس کا آغاز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف خود بھی توجہ دیں اور بچوں کو بھی اس کی طرف راغب کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں۔

”سیرت النبیؐ، تقابل ادیان، سیرت مجدد اعظم، وفات مسیح ناصری، اسلام میں تصور جہاد، تصور دجال، مسیح موعود پر اعتراضات، بیعت کی اہمیت، اختلاف سلسلہ، حضرت صاحب کی شاعری، حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئیاں، جماعت بندی، مختلف مسالک، خلافت راشدہ، مسجد اور نماز کے آداب، حفظ آخری دس سورتیں، قرآن اور سائنس، اخلاقیات، حضرت صاحب کے دعاوی، مجدد وقت کی شناخت کے اصول، حضرت صاحب اور پیر مہر علی شاہ صاحب، ختم نبوت، وغیرہ“

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے خاص نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔ بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	C	عدنان فیصل
دوم	D	فہد احمد
سوم	B	سلمان شکیل
چہارم	A	حاشر احمد

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ

(مڈل گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	آمنہ مشتاق
دوم	طوبیٰ شکیل

(سینئر گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	ثناء احمد
دوم	زینب احمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔ اس پروگرام کے کامیاب انعقاد پر منتظم ہارون جاوید صاحب اور ان کی ٹیم کو دادِ تحسین پیش کی۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ اور اس کورس میں لاہور (احمدیہ بلڈنگس) سے آنے والی طالبہ ''صندل آفتاب صاحبہ'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن ''فضہ آفتاب صاحبہ'' نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مددعلی ''سلور میڈل'' سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مڈل سکول میں اوّل پوزیشن ''عیشہ عزیز'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامدہ رحمٰن گولڈ میڈل'' اور ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 21 جون 2014ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی اس تقریب میں عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری) نے کورس کے کامیاب انعقاد پر تمام شرکاء اور منتظمین کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2014ء کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کا نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: ثناء احمد
دوم: حارثہ عزیز
سوئم: جنید احمد

مڈل سکول

اول: عالیہ ابرار
دوم: مظفر احمد
سوئم: عمرانہ آفتاب/عیشہ عزیز

جونیئر سکول ۔ B

اول: دانیال احمد

دوم: فادیہ رسول

سوئم: عبداللہ عثمان

جونیئر سکول ۔ A

اول: محمد احمد

دوم: سارہ محسن / حمزہ عثمان

سوئم: عمر حیات / ابتسام ارشد

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: تنویر شاہد

دوم: فضہ آفتاب

سوئم: زینب احمد

مڈل سکول

اول: عمرانہ آفتاب

دوم: عیشہ عزیز

سوئم: مظفر احمد

جونیئر سکول ۔ B

اول: احمد نذیر

دوم: ارسلان شکیل

سوئم: جویریہ رحمٰن / عبداللہ عثمان

جونیئر سکول ۔ A

اول: عمیر حسین

دوم: حمزہ عثمان

سوئم: عمر حیات

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: صندل آفتاب

دوم: فضہ آفتاب

سوئم: حارثہ عزیز

مڈل سکول

اول: عیشہ عزیز

دوم: عالیہ ابرار

سوئم: عمرانہ آفتاب

جونیئر سکول ۔ B

اول: عبداللہ عثمان

دوم: احمد نذیر

سوئم: جویریہ رحمٰن

جونیئر سکول ۔ A

اول: عمر حیات / ابتسام ارشد

دوم: سارہ محسن / محمد احمد

سوئم: حمزہ عثمان / عمیر حسین

روزہ تمام انبیاءؑ اور صلحاءؒ کی تجربہ کردہ عبادت ہے

حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو''۔ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸۳)

اس آیت میں چار مضمون ہیں پہلا مضمون یہ ہے کہ اے ہمارے دوستو! جنہوں نے ہمیں مان لیا ہے اور جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہو ہم تم سے ایسی بات کہنا چاہتے ہیں جس میں تمہاری بھلائی ہے۔ یہ پہلا حصہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں قوم کو، جماعت کو، کسی فرقہ کو، بیٹے کو اور بیٹی کو کس طرح مخاطب کرنا چاہیے۔ دیکھئے خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے اور اپنی ذات میں غنی ہے۔ کوئی حاجت نہیں رکھتا۔ باوجود اس شان وشوکت اور کبریائی کے ہمیں یوں مخاطب فرماتا ہے کہ اے ہماری ہستی کے ماننے والو اور ہمارے پیغمبرؐ کی رسالت پر ایمان لانے والو! یہ فرما کر زمین و آسمان کے بادشاہ نے ہم عاجز بندوں سے تعلق جوڑا ہے۔ پھر ایک بات کہی ہے:

وہ بات یہ ہے کہ کتب علیکم الصیام ہم نے روزے رکھنا تم پر فرض قرار دیا ہے۔ یہ عبادت شاقہ ہے۔ اس میں مشقت ہے۔ اس کو نرم کرنے اور بندوں کو تیار کرنے کے لئے اپنا تعلق جتلایا ہے کہ ہمارا تمہارا تعلق ہے ہم بادشاہ ہیں تم مخلوق ہو۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری معیشت کے وہ سامان پیدا کئے ہیں جو تمہارے جسموں کے لئے ضروری ہیں۔ ہم تمہاری روحانی تربیت کے لئے ایک بات کہتے ہیں۔ بظاہر اس کے اندر مشقت نظر آتی ہے لیکن یہ نہایت مفید ہے اور اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔

کما کتب علی الذین من قبلکم تم سے پہلے جس قدر انبیاء آئے اور جس قدر قوموں کے رہنما پیدا ہوئے ان سب نے روزے رکھے ہیں۔ اور اس عبادت شاقہ کا تجربہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کو مفید پایا ہے۔ ہمیشہ تجربہ شدہ چیز پر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارے لئے بھی مفید ثابت ہوگی۔

میرے دیکھنے کی بات ہے۔ ڈاکٹر ایک ننھے سے بچے کو ٹیکا لگا رہا تھا، وہ روتا اور چلاتا ہے مگر ڈاکٹر نے اس کی پرواہ نہ کی اور ٹیکا لگا دیا۔ اس کو دلاسا دیا کہ ڈرو نہیں اس سے تکلیف نہیں ہوگی تمہیں آرام ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ تجربہ شدہ چیز پر عمل کرنے کے لئے انسان تیار ہو جاتا ہے اگر چہ وہ کسی قدر ناگوار یا تھوڑی سی تکلیف کا موجب ہو۔ یہی بات روزہ کے متعلق فرمائی کہ روزہ اور اس کی افادیت تجربہ شدہ ہے۔

اقوامِ سابقہ کے تمام انبیاء اور پیشرووں نے روزے رکھے ہیں۔ اس کی افادیت یہ ہے کہ اس سے قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ فرمایا کہ اسی افادیت کی وجہ سے تم پر روزے رکھنا فرض قرار دیئے ہیں لعلکم تتقون تم اس سے متقی بن جاؤ گے یعنی خداخوف اور خادم مخلوق بن جاؤ گے۔

روزہ کی غرض کیا ہے؟ بغیر غرض کے کوئی بادشاہ حکم جاری نہیں کرتا۔ روزہ کی غرض ہے لعلکم تتقون۔ ہم تقویٰ کی راہ سکھانا چاہتے ہیں۔ تم یہ یقین کر کے کہ خدا کو ہر جگہ اور ہر وقت دیکھتا ہے اس کے حکم سے کھانا پینا چھوڑ دیتے ہو۔

انسان کی کچھ خواہشات کچھ ضروریات ہیں اور کچھ حیوانی خواہشات ہیں لیکن روزہ میں خدا کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اپنی تمام خواہشات کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اور حلال طیب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ مہینہ بھر یہ مشق کی جاتی ہے کہ خدا کے حکم سے فلاں وقت سحری کھاؤ اور فلاں وقت افطار کرو۔ مہینے بھر کی مشقت سے ایمان و عمل کے نقوش دل پر ثبت ہو جاتے ہیں اور ایسا کرنے سے تقویٰ کا سبق اچھی طرح سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟ انسان کے دل میں یہ نقش پکا ہو جائے کہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے حکم کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ اور جس بات سے خدا تعالیٰ

نے منع فرمایا ہے اس سے رُکنا ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ تمہارا خدا تمہیں وہاں نہ دیکھے جہاں جانے سے اس نے منع کیا ہے۔ اس مجلس میں نہ جائے جہاں جانے سے خدا کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہے۔ یعنی تقویٰ خدا کی رضا حاصل کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرنے کو کہتا ہے۔

روزہ کا مقصد بڑا بلند ہے۔ اس سے بدیوں اور برائیوں سے انسان بچ جاتا ہے۔ اس کو طہارت وتزکیہ حاصل ہوتا ہے۔ جس سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ سابقہ اقوام کے انبیاء نے بھی روزہ رکھا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزے رکھے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راتوں کو خدا کے حضور میں قیام فرمایا۔ ساری عمر آپؐ نے قیام فرمایا۔ جب نادار تھے تب بھی روزے رکھتے تھے۔ رات کو اُٹھتے اور اپنا وقت ذکر الٰہی میں گذارتے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب آپؐ بادشاہ ہوگئے۔ عام طور پر یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو بادشاہت یا کوئی بڑا عہدہ واقتدار مل جائے تو وہ غافل اور آرام طلب ہوجاتا ہے۔ خدا کو بھول جاتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برابر آخری دن تک تہجد پڑھتے رہتے اور اس قدر لمبا قیام فرماتے کہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میرے ہاں قیام کیا۔ پچھلی رات اُٹھے مشکیزہ سے پانی لے کر وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ فجعل یبکی اور سجدہ میں رونا شروع کر دیا۔ پھر قیام کیا۔ اور پھر سجدہ میں رونے لگ گئے یہاں تک کہ زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ ظاہر ہوا کہ آپؐ بادشاہ ہوکر بھی عبادت الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔

اس زمانہ کے مجدد صد چہاردہم نے بھی روزے رکھے ہیں۔ راتوں کو جاگے ہیں۔ قیام فرمایا ہے۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہے ہیں۔ حضرت صاحب نے ریاضت کے لئے روزے رکھے ہیں، عبادت کی ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلعم کی متابعت کی ہے۔ تمام صلحاء امت نے ریاضتیں کی ہیں، روزے رکھے ہیں۔ اس ریاضت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں مشقت کی زندگی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں اگر تم پارس اور سونا بننا چاہتے ہو تو گناہ کی زندگی ختم کرکے روزہ کی مشقت اُٹھاؤ۔

دُعا کیوں کی جاتی ہے؟ سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر ایک مقدر میں قانون قدیم یہی ہے کہ اگر چہ اس نے ہر امر کے بارے میں جو انسان کے مقسوم میں ہے اسی کا حاصل ہونا مقدر کر دیا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے طریق بھی ساتھ ہی رکھے ہیں اور قانون الٰہی تمام اشیاء میں جاری اور ساری ہے۔ جو شخص مثلاً پیاس بجھانا چاہے اس کو لازم ہے کہ پانی پیوے، اور جو شخص روشنی کو ڈھونڈھتا ہے اس کو مناسب حال یہ ہے کہ آفتاب کے سامنے آوے اور اندھیر کوٹھڑی میں بیٹھا نہ رہے۔ اسی طرح دُعا اور صدقات اور خیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کو شرط حصول مرادات ٹھہرا رکھا ہے اور جیسے ابتداء سے کسی چیز کا حصول مقدر ہوتا ہے ساتھ ہی اس کے یہ بھی مقدر ہوتا ہے کہ وہ دُعا یا صدقہ وغیرہ بجالائے گا تو وہ چیز اس کو حاصل ہوگی۔ پس جس شخص کا مطلب روزِ ازل میں دُعا پر موقوف کر رکھا ہے سو اگر تقدیر مبرم اس کے حق میں یہ ہے کہ اس کا مطلب حاصل ہوجائے گا تو ساتھ ہی اس کے حق میں یہ بھی تقدیر مبرم ہے کہ وہ دُعا بھی ضروری کرے گا۔ اور ممکن نہیں وہ دُعا سے رُک جائے۔ تقدیر مبرم پوری ہوکر رہے گی اور بہرحال اس کو دُعا کرنی پڑے گی اور دُعا میں ضروری نہیں کہ صرف زبان سے کرے بلکہ دُعا دل کی اس عاجزانہ التجا کا نام ہے کہ جب دل نہایت ہی بے قرار اور مضطرب ہوکر رو بخدا ہوجاتا ہے اور جس بلا کو آپ دُور نہیں کرسکتا اس کا دور ہونا طاقت الوہیت سے چاہتا ہے۔ پس حقیقت میں دُعا انسان کے لئے ایک طبعی امر ہے جو اس کی سرشت میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعا کا مانگنا مقدرات ازلیہ میں سے ہے اور اسی جہت سے انسان بالطبع نزولِ حوادث کے وقت دُعا کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور عارفین کا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جو دُعا مانگتا ہے اس کو ملتا ہے۔ ہر ایک زمانہ میں خدا کے مقبولین کی دُعا کے ذریعہ سے عجیب طوروں پر مشکل کشائیاں کی ہیں اور اپنے فضلوں کو منکشف کیا ہے۔ بعض لوگ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ حکیم مطلق نے مقدر کیا ہوتا ہے کہ بہت سے اہل حاجات ان کی دعاؤں سے اپنے مطلب کو پہنچ گئے۔ سو اہل حاجات اس شخص مستجاب الدعوات کو آملتے ہیں اور امر مقدر پورا ہوجاتا ہے۔ سو مستجاب الدعوات کی طرف جھکنا ایک نیک فال ہے۔

درس قرآن۔۴۱

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ ہی کوئی سفارش۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے خود زندہ اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے، خود قائم اور دوسروں کو قیام بخشنے والا ہے۔ اُس پر نہ اُونگھ غالب آتی ہے نہ نیند۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے سوائے اس کی اجازت کے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ اس کی حکومت (یا اس کا علم) آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت اُس پر بوجھ نہیں۔ اور وہ سب بہت اعلیٰ ہے، عظمت والا ہے''۔

(سورۃ البقرہ ۲: آیت ۲۵۴ تا ۲۵۵)

یہ سورۃ البقرہ ۲ کے رکوع نمبر ۳۴ کی پہلی دو آیات ہیں۔ اس سے پہلے کے دو رکوعوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں کو جو جنگیں کرنی پڑیں ان کا ذکر ہے اور پھر فرمایا: ''یہ اللہ کی باتیں ہیں جو ہم ضرورتِ حقہ کی وجہ سے تجھ پر پڑھتے ہیں اور تو بھی تو رسولوں میں سے ہے'' (۲۵۲)۔ وہ ضرورتِ حقہ یہ تھی کہ اگر ان رسولوں کو مجبوراً جنگیں کرنی پڑیں تو تُو بھی تو رسول ہے اور تجھ پر بھی جنگوں کی ضرورت آئے گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے، ان کو جنگ تلوار سے تو نہ کرنی پڑی مگر ان کو ایک اور قسم کا جہاد کرنا پڑا اور وہ تھا دلائل سے۔ اسی لئے فرمایا: ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلے دلائل دیئے اور روح القدس سے اس کی تائید کی'' (۲۵۳)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دلائل کے ساتھ جہاد کرنا پڑا اور روح القدس سے ان کی تائید کرنے کا ذکر فرمایا کہ ان کا جہاد روحانی تھا۔ اسی لئے ان کی مدد روحانی بھی کی۔ تو حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ ان کا بروز یعنی مسیح موعود جب آئے گا تو اس کو بھی تلوار سے جہاد نہیں کرنا پڑے گا بلکہ وہ دلائل سے ایک زبردست روحانی جہاد کرے گا۔

تو جہاد چاہے وہ تلوار سے ہو یا دلائل سے (بشکل لٹریچر) روحانی جنگ ہو اس کے لئے پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کے معاً بعد یعنی آج کے سبق کی پہلی آیت میں فرمایا: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے'' یعنی تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کے گھر میں پیدا کیا ہے یا گر تم غیر مسلم تھے تو تمہیں توفیق دی ہے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر (جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب یہ آیات نازل ہوئیں بدترین قسم کی بُت پرستی میں ساری دنیا مبتلا تھی اور آج دہریت دنیا میں عام ہے) تو اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو پھر جو وہ فرمائے اس پر عمل کرو۔ وہ کس طرح؟ فرمایا: ''یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرو''۔ میں آپ سے اپنی ساری عمر کے تجربہ کی بنا پر قطعی بات کہتا ہوں کہ عام طور پر لوگوں کے لئے دوسری عبادتیں اور احکام ماننے اتنے مشکل نہیں ہوتے جتنے کہ پیسہ خدا کے راستہ میں خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے ایک شاعر نے کہا ہے:

گر جاں طلبی مضائقہ نیست
تو زر طلبی سخن دریں است

یعنی اگر تو جان مانگے تو وہ حاضر ہے مگر تُو جو پیسہ مانگتا ہے ہمیں اس پر اعتراض ہے۔تو اس لئے فرمایا کہ اپنے ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھاؤ کہ پیسہ جو تم کو اس قدر عزیز ہے اس میں سے خدا کے راستہ میں خرچ کرو۔''جو ہم نے تم کو دیا ہے''۔وہ سارا کا سارا ہم تم سے نہیں مانگتے۔اس میں سے جیسی ضرورت ہو ویسا خرچ کرو۔کچھ حصہ خرچ کرو۔دوسرے یہ بات فرمائی کہ یہ عجیب بات ہے کہ جو پیسہ اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے وہ اگر کچھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کو کہے تو تمہارے دل بند ہو جائیں۔فرض کریں کہ آپ کسی کو ہزار روپے دیتے ہیں اور پھر اس سے کہتے ہیں کہ اس میں سے سو روپے میرے فلاں کام کے لئے دے دینا اور وہ نہ دے تو کس قدر ناشکری اور احسان فراموشی ہے! پھر جس کام کے لئے اللہ خرچ کرنے کو کہتا ہے وہ بہترین مصرف ہے جس پر وہ خرچ کیا جا سکے یعنی حق کی حفاظت یا اشاعت کے لئے۔تیسرے اللہ چاہتا تو اپنے رسولوں اور مجددوں کو خود مالا مال کر دیتا اور ان کو ہم جیسے گنہگاروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑتا۔اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسی لئے کہ وہ ہم جیسے دنیا میں کھوئے ہوئے اور اپنی آخرت کے ہمیشہ کے گھر سے بے پرواہ لوگوں کو بھی موقع دے کہ ہم بھی آخرت کے لئے کچھ سامان کر لیں۔کیونکہ ہمارے ساتھ اس ہمیشہ کے گھر میں وہی پیسہ جائے گا جو ہم خدا کے رستہ میں خرچ کر لیں۔جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں دس گنا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اجر دوں گا۔دنیا کا کونسا بزنس یا دھندا یا تجارت ہے جو کم سے کم ہزار فیصدی منافع دے؟ کیونکہ دس گنا منافع ایک سو پر ہزار ہی بنتا ہے۔

یہ جو فرمایا کہ''جو ہم نے رزق دیا ہے''اس کے بارہ میں کوئی شک نہ کرے کہ انسان کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔انسان تو دنیا میں خالی ہاتھ ماں کے پیٹ سے آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے۔دنیا کی مال و دولت تو اسی کی ہے جس نے انہیں پیدا کیا۔اگر کوئی خود مال و دولت کماتا ہے تو وہ بھی خدا کے فضل سے ورنہ اگر خدا نے انسان کو وہ دماغ اور سمجھ اور جوہر نہ دیئے ہوتے جن کی بناء پر وہ کماتا ہے تو وہ کیا کر سکتا تھا۔پھر قابل سے قابل لوگ غریب رہ جاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں معمولی قابلیت کے لوگ دولت مند بن جاتے ہیں۔یہ میں نے اکثر دیکھا ہے۔پھر جب خدا انسان کی دولت چھیننا چاہے تو کوئی قابلیت یا جوہر اس کے کام نہیں آتے۔اس لئے جو انسان کو ملتا ہے وہ قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

یہ جو بات فرمائی کہ اپنے ایمان کو اپنے عمل سے ثابت کرو اس میں دو بڑی حکمتیں ہیں۔اوّل تو یہ ہے کہ ایمان سے نیک عمل پیدا ہوتے ہیں۔جس کو اللہ پر یا اعمال کے محاسبہ پر یا آخرت پر ایمان ہی نہیں اس نے ان کے لئے کیا عمل کرنے ہیں؟ دوسری عجیب حکمت یہ بتائی کہ ایمان خود نیک عملوں سے پھلتا پھولتا ہے۔قرآن میں ایمان کو جنت کے باغوں سے تشبیہہ دی گئی ہے۔اور نیک اعمال کو نہروں سے جو اس کے نیچے بہتی ہیں۔تو جس طرح نہریں باغوں کو سیراب کرتی ہیں نیک اعمال انسان کے ایمان کو تر و تازہ کرتے اور بڑھاتے ہیں۔مثلاً جو ایمان لا کر نیک عمل نہیں کرتا اس کا ایمان بھی کمزور ہوتا بالآخر مُردہ ہو جاتا ہے۔اور جو شخص نیک عمل کرتا ہے تو ہر عمل پہ اس کا ایمان بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے۔

پھر فرمایا:''پہلے اس سے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ ہی کوئی سفارش''۔اس دنیا میں پکڑ آنے یا سزا کو آتا دیکھ کر لوگ پیسہ خرچ کر کے جان بچا لیتے ہیں۔فرمایا کہ آخرت میں یہ نہ کر سکو گے۔اگر تم نے خدا کے رستہ میں پیسہ خرچ کیا ہی نہیں تو تمہارے پاس پیسہ ہی کہاں ہوگا کہ تم وہ خرچ کر کے اپنی جان بچا سکو، اور نہ وہاں اس دنیا کی طرح بے ایمان افسر ہوں گے جو پیسہ لے کر تمہیں چھوڑ دیں۔پھر اس دنیا میں حاکموں سے دوستی خواہ وہ اپنی ہو یا دوسروں کی جو ہمارے دوست ہوں یا خریدے جا سکیں انسان کو سزا سے بچا لیتی ہے۔فرمایا کہ آخرت میں دوستیاں کام نہ آئیں گی۔حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ آخرت میں اگر اللہ تعالیٰ شفاعت کی کسی کے بارہ میں اجازت دینا چاہے گا تو وہ یا تو انبیاء اور صلحاء کو یہ اجازت دے گا یا پھر فرشتوں کو۔تو جن لوگوں نے نیک عمل نہیں کئے انہوں نے نہ تو انبیاء اور صلحاء کو اپنا دوست بنایا ہوگا نہ فرشتوں کو (جو نیکی کے محرک ہوتے ہیں) اور نہ اللہ تعالیٰ کو (جو مومنوں کا ولی بن جاتا ہے جیسا کہ اسی رکوع میں آگے ذکر آئے گا) تو پھر وہ تمہارے آخرت میں کیا کام آئیں گے۔رہا شفاعت یعنی سفارش سے اس دنیا میں چھٹ جانا، تو آخرت میں شفاعت بروئے حدیث صرف انبیاء اور مومن اور فرشتے ہی کر سکیں گے اور وہ

بھی جب اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو اجازت دے گا۔ تو جن لوگوں نے نہ تو اللہ تعالیٰ کو مائل بہ کرم کیا ہوگا اور نہ انبیاء اور مومنوں کا ساتھ دیا ہوگا نہ اپنے اندر نیکی کے محرک فرشتوں کی پرواہ کی ہوگی وہ شفاعت یا سفارش کی امید کس سے کریں گے؟

یہاں شفاعت کے موضوع پر مختصر روشنی ڈالنی ضروری ہے کیونکہ اکثر مسلمان شفاعت کے غلط مفہوم کو جانتے ہوئے جو چاہیں بے فکری سے کرتے رہتے ہیں۔ ''شفع'' کے معنی جوڑے کے ہیں۔ تو شفاعت تبھی ممکن ہو سکے گی جب کسی انسان نے اپنے ایمان اور اعمال کو سنوارتے ہوئے مومنوں یا رسولوں یا فرشتوں سے جوڑ یا نسبت پیدا کی ہوگی ورنہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی شفاعت کی اجازت تبھی دے گا جب وہ کسی انسان کو اس کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اسے قابلِ معافی سمجھے گا جیسا کہ فرمایا ''وہ شفاعت نہیں کریں گے سوائے اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے''۔ (الانبیاء ۲۱۔۲۸) تو جب اللہ تعالیٰ کسی ایسے انسان کے بارہ میں رسولوں یا مومنوں یا فرشتوں میں سے کسی کے دل میں شفاعت کی تحریک کو دیکھے گا تو اس کی عزت افزائی کے لئے اس سے کہے گا کہ تم اس انسان کے بارہ میں کوئی سفارش کرنا چاہتے ہو تو اسے اجازت ہو جائے گی کہ وہ رحم کی درخواست کر سکے۔

پھر فرمایا: ''اور کافر ہی ظالم ہیں''۔ اس میں فرمایا کہ کافر جن کے خلاف جہاد کے لئے تم کو خرچ کرنے کو کہا گیا ہے وہ ظالم ہیں کہ حق کو اور اس پر ایمان لانے والوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم جہاد کے لئے خرچ نہ کرو گے تو وہ تم کو اور تمہارے دین کو فنا کر دیں گے۔ یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کافروں نے تلوار سے حق کو اور حق پرستوں کو مٹانا چاہا، یا پھر اسلام پر خطرناک زمانہ انیسویں صدی عیسوی میں آیا جب کہ کافروں نے اعتراضات کی بوچھاڑ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ جو اپنے دین کا خود حامی و ناصر ہے اس نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد وقت بنا کر بھیجا اور حضرت اقدس نے اور آپ کی جماعت نے تن، من، دھن قربان کر کے ایسا جہاد کیا جس کی گواہ ہسٹری (تاریخ) اور وہ بیش بہا لٹریچر ہے جو حضرت اقدس اور آپ کی جماعت نے پیدا کیا اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ اس لٹریچر میں نہ صرف اسلام پر تمام اعتراضات کا جواب موجود ہے اور اسلام کی حقانیت اور محاسن کو روزِ روشن کی طرح ثابت کیا گیا ہے بلکہ آج کل کی دنیا پرستی اور دہریت کا بھی علاج موجود ہے۔ اس لٹریچر کو آج بھی دنیا میں بکثرت پھیلانے کی اشد ضرورت ہے۔

آیت والکفرون ھم الظلمون کی جو تفسیر ہمارے مرحوم امیر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے ''بیان القرآن'' میں کی ہے وہ بھی جاننے کے قابل ہے فرمایا: ''خدا کی راہ میں مال نہ خرچ کرنا جو ظلم ہے کیونکہ اس طرح خدا کا حق ادا نہیں ہوتا یہ کافروں کا کام ہے، مومن کے لئے یہ شایان نہیں۔ یا ڈرایا ہے کہ مومن کافروں سے مشابہت نہ کریں''۔

اسی سلسلہ میں راقم عرض کرے گا کہ کفر کے معنی ناشکری کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو انسان کو سب کچھ دیتا ہے اس کی ناشکری ہے کہ جو وہ دیتا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے اور انسان کا اپنی جان پر بھی ظلم ہے کہ اس نے اپنے لئے آگے کچھ نہ بھیجا۔

☆☆☆☆

روزہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے

روزہ ان اسباب میں سے ہے جو خدا کا قرب پیدا کرتے ہیں۔ دوسرا ذریعہ یہ بتایا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کوئی بلانے والا ہونا چاہیے۔ اس کی دُعا کو میں قبول کرتا ہوں تو رمضان میں دُعا کے اندر لگے رہنا اشد ضروری ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس قرب کو پانا چاہتے تو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہوں پر چلو۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان رکھو۔ بہت سے لوگ ہیں جو دعائیں کرتے ہیں مگر جلدی تھک جاتے ہیں۔ حالانکہ دُعا کرتے وقت دل میں ایسا سوز و گداز پیدا ہونا چاہیے جس سے دل پگھل جائے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہو۔ چیخیں نکل رہی ہوں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس طرح جوش مارتی اور اپنے عاجز بندوں کی نیک آرزوؤں کو پورا کرنے کے سامان پیدا فرماتی ہے۔''

(ادارہ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دار السلام ۔۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

کُشتۂ محبت الٰہی کا مقام

از: حضرت مسیح موعودؑ

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دِلوں کو فتح کرنا نے دیار

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمین کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمین کا عزو جاہ
جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گروہ ذلّت پہ ہو راضی اس پہ سو عزت نثار

ہم اُسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا
چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وُہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دِل کو عرش رب العالمین
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

اس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار

تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں!
تیرا اندازو! نہ ہونا سست اس میں زینہار

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

ایک بار میرے ذہن میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا۔ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیے۔ وہ قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے لئے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اُسے محروم نہیں رکھتا اور اسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خواہ اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہلِ جہان کو دھوکہ دیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کر اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن وہ خدا کے نزدیک صحیح نہیں۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں ہے''۔ (فتاویٰ احمدیہ ص ۱۰۵)